OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 4 (October-December 2021)

منہاج السنن شرح جامع ترمذی میں مفتی فرید کے منہج واسلوب کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ

Analytical Review of The Methodology and Style of Mufti Farid in *Minhāj-al-Sunan Sharh Jāmi' al-Tirmidhī*

Dr. Fahmeeda Bibi

Assistant Professor of Islamic and Arabic Studies, University Of Swabi

Abrar Ullah

Doctoral Candidate Islamic studies, Numl Islamabad

Abstract

Minhāj-al-Sunan is a commentary of *Jāmi' Tirmidhī*, authored by Mufti Farid on important Jurisprudential issues and hadith debates. This commentary is in three volumes. All three volumes have had the status of Sharh Hadith and Fatwa at the same time. In this book Mufti Farid has applied an exceptional research method. He has described the views of all the Imams in Jurisprudential issues and their differences in clear words so that every reader should find ease in understanding it. He has reflected on questions on types of *Ahādith*, the nature of *Ahādith* and the level of the narrators of *Ahādith*. He well responded to all these matters, with extensive explanation about the types of hadith with examples. He also explained, with examples, all the chapters of *Tawhīd-ul-Abwab*, their significance and lexical matters related to translation of the chapters. Moreover, Mufti Farid in his book enlisted the narrators of the hadith with correct pronunciation of their names, while shedding light on the conditions of the narrators. By enlisting the names of the narrators of *Ahādith*, Mufti Farid brought into limelight names of certain personalities who narrated hadith but were least known or

CC BY

unknown. The book further discusses the authenticity of only a few specific *Ahādīth,* though it does not discuss the matter of authenticity of all the a *Ahādīth* at length. In his book, there are no rulings been passed on authenticity of *Ahādīh,* except at very few instances. In the beginning the book, however, principles and discussions around the issues of criticism and praise have been stated briefly.

Key words: Review, Methodology, Mufti Farid, *Minhāj-al-Sunan*

تمہید

اللہ کے دین کو سمجھنے کے لیے احادیث نبوی بہت ضروری ہے۔ اسی وجہ سے آپؐ کے کلام کی حفاطت کا انتہائی معقول اور موثر انتظام کیا گیا ہے۔ حدیث کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے۔ احادیث کو جمع کرنے کے لیے محدثین نے ان تک محنت کی ہے، جس کا ثمرہ صحاح ستہ کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ صحاح ستہ احادیث کی وہ چھ مستند کتب ہیں جس پر تمام امت متفق ہے۔ ان میں ایک کتاب جامع ترمذی ہے۔ فوائد کے لحاظ سے جامع ترمذی کو تمام کتابوں پر اوّلیت حاصل ہے۔ جامع ترمذی کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر علماء اور محدثین نے اس متعدد شروح لکھیں۔ اور ہر دور میں امام ترمذی کی کتاب جامع ترمذی پر شرح لکھی گئی ہیں مختلف علماء نے اپنے اپنے طریقوں سے جامع ترمذی کے منہج و اسلوب کو ترتیب دیا۔ اس طرح مفتی محمد فرید نے بھی ایک شرح لکھی ہے۔ منہاج السنن شرح جامع ترمذی کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں مفتی صاحب نے بہت اعلی اسلوب اپنایا اس میں مفتی صاحب نے فقہی مسائل میں تمام اماموں کی نظریات اور ان میں اختلاف اور تطبیق کو واضح الفاظ میں بینا کیا تاکہ ہر پڑھنے اور سمجھنے والے کو آسانی ہو، حدیث اقسام کون سی حدیث کس نوعیت کی ہے اس کے راوی کس درجے پر ہیں ان تمام سوالوں کے جواب اور حدیث کی اقسام مثالوں اور توجیہات سے بیان کی توضیح الابواب میں کون کون سے باب ہیں ان کی کیا اہمیت ہے سب کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا ۔راویوں کے حالات س کو بیان کیا۔

مولانا مفتی فرید کا تعارف

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید زوبویؒ ضلع صوابی کے گاؤں "زروبی" کے ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کی شخصیت بوجہ علم و تقویٰ اور دقیق فہم و جامعیت کے علماء اور صلحاء کے زمرے میں یکساں مشہور ہوتی ہے۔ آپ کی صحبت کی برکت سے آپ کے بہت سے شاگرد اور مرید درس و تدریس اور دعوت وارشاد میں تاحال مصروف ہیں۔ آپ نسلاً افغان اور پٹھان تھے ۔ سلسلہ نسب کچھ یوں ہے:مولانا مفتی محمد فرید بن حضرت مولانا حبیب اللہ (المتوفی۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۹۴۹ء) المعروف بہ صاحبِ حق بن حکیم حاذق مولانا امان اللہ بن مولانا محمد خیر بن مولانا عبد اللہ صاحب ۔[1] آپ بروز جمعہ اور یوم عید الفطر بوقت طلوع فجر، یکم شوال ۱۳۴۴ھ بمطابق اپریل ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوئے۔[2] ۹ جولائی ۲۰۱۱ء کو مفتی

صاحب کی حالت خراب ہوئی تو آپ کو جلد ہی صوابی ہسپتال لے جایا گیا۔ڈاکٹر نے نبض دیکھ کر بتایا کہ مفتی صاحبؒ کو فوراً L.R.H ہسپتال پشاور لے چلیں۔راستے ہی میں "مرغز" کے مقام پر ۱۰:۰۳ بجے (بروزِ ہفتہ ۸ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ بمطابق ۹ جولائی ۲۰۱۱ء) آپ کی روح پرواز کر گئی۔ اور آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ لیکن پھر بھی آپ کو ہسپتال پہنچایا گیا۔ڈاکٹروں نے پوراً چیک اپ کر کے تسلی کر لی اور وہ غمزدہ خبر سنائی۔ جسے لوگوں نے بڑی طاقت کے ساتھ برداشت کیا۔ پھر ایمبولنس کے ذریعے اپنے گاؤں زروبی لائے گئے۔ آپؒ کی وفات کی خبر پوری ملک میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔

تعارف منهاج السنن شرح جامع السنن (عربی)

منہاج السنن شرح جامع السنن میں اہم فقہی مسائل و حدیثِ مباحث پر مشتمل ہے۔ یہ شرح تین جلدوں میں ہے جس کو بیک وقت شرح حدیث اور فتاویٰ کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ شرح علماء اور طلباء کے لئے یکساں مفید ہے۔ اس شرح میں مولانا نے جو اسلوب اختیار کیا اس کو مندرجہ ذیل بیان کرتے ہیں۔

توضیح الابواب میں مفتی محمد فرید کی منہج کا جائزہ

ہر محدث کسی بھی مسئلہ اور موضوع سے متعلق احادیث ذکر کرنے سے پہلے ان احادیث کے لیے ایک علیٰحدہ باب قائم کرتے ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہاں پر کن موضوع سے متعلق احادیث ذکر کی جائے گی۔ امام ترمذیؒ نے بھی اپنی کتاب میں ہر موضوع کے لیے علیٰحدہ علیٰحدہ باب باندھا ہے۔ ان ابواب کی توضیح میں جامع ترمذی کے شارحین کا اپنا اپنا منہج رہا ہے کہ وہ کس طریقے سے ان ابواب کی وضاحت کرتے ہیں اور کس طرح ان ابواب میں موجود فوائد کو سامنے لا کر اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

ترجمۃ الباب میں وارد بعض الفاظ کی اصطلاحی تعریفات

مفتی محمد فرید ترجمۃ الباب کے سلسلے میں الفاظ کی لغوی تحقیق کا بیان کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ ایک سے زیادہ معانی کا احتمال رکھتا ہے۔ بعض اوقات مفتی صاحبؒ ان کا تعین نہیں فرماتے کہ یہاں اس سے کون سا معنی مراد ہے مگر آخر میں اس لفظ کی اصطلاحی معنی اور تعریف بیان فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان سے کون سا معنی مراد ہے۔ جیسا کہ "باب ما جاء في السواك" کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"**السواک بالکسر ما يتوسک به من العود فيرادف المسواک اذا ويطلق على نفس الفعل وهو الاستياک وهو يذكر ويونث وجمعه سُوک بضمتين وقد تسكن الواو**"[3] "سواک کسرہ کے ساتھ اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ مسواک کی جائے اور مطلق فعل یعنی استیاک کو بھی کہتے ہے اور اس کو مذکر اور مؤنث بھی لایا جاتا ہے اس کی جمع سوک دوضموں کے ساتھ اور واو کے سکون کے ساتھ بھی آتا ہے۔" یہاں مفتی صاحب نے سواک کے دو معانی ذکر کیے ہیں اور یہ تعین نہیں فرمایا ہے کہ یہاں ان سے کون سا معنی مراد ہے؟ لیکن اس کے بعد اس کی اصطلاحی تعریف فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے کون سا معنی مراد ہے۔ لکھتے ہیں:"**وفي العرف استعمال العود ونحوه في السنان لتطيب الفم**"[4] اور عرف میں لکڑی وغیرہ کو دانتوں میں منہ کی خوشبوں کے لیے استعمال کرنے کو کہتے ہے۔

توضیح الابواب کے سلسلے میں معمولات نبی کریم ﷺ کا ذکر

مفتی فرید توضیح الابواب کے سلسلے میں معمولات نبی کریم ﷺ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔"**باب ما جاء مسح علی الخفین والعمامة**" کی وضاحت کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔"نبی ﷺ کا چھوٹا عمامہ مبارک چھ گز کا ہوتا تھا اور طویل عمامہ بارہ گز کا اور سعایۃ میں ہے کہ ملا علی قاری نے امامہ کے متعلق ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ بعض علماء احناف نے ذکر کیا ہے کہ وہ عمامہ جو آپ ﷺ ہمیشہ استعمال فرماتے تھے وہ سات گز کا ہوتا اور جمعہ و عیدین کے دن جو عمامہ مبارک استعمال فرماتے تھے وہ بارہ گز کا ہوتا تھا۔ اور ملا علی قاریؒ اور دوسرے ارباب سیرت نے یہ بات ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے کبھی صرف عمامہ پہن فرماتے اور کبھی صرف ٹوپی۔"[5] یہ تفصیلی بحث مفتی صاحبؒ کے تفردات میں سے ہے کہیں اور ایسی جامع تفصیل نہیں ملتی۔

باب کے اول میں فقہی مذاہب کا خلاصہ

مفتی فرید جب بھی کسی ترجمۃ الباب کی وضاحت کرتے ہیں اور اس باب کا تعلق کسی فقہی مسئلے سے ہو تو ترجمۃ الباب میں موجود دوسرے مسائل کے توضیحات کے ساتھ ساتھ اس فقہی مسئلے میں موجود فقہی مذاہب کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ جن سے یہ بہت آسانی کے ساتھ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اس مسئلے میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے اور ان میں مجتہدین کے مذاہب کیا ہیں۔
مثلاً(۱)"**باب تخلیل الاصابع** " کے تحت لکھتے ہیں:"**ای اصابع الیدین و الرجلین وھوسنة عند ابی حنیفة واحمد وواجب عند عدم انفراج الاصابع وعدم مظنة وصول المآء فی خللھا۔ ومستحب عند مالک والشافعی**"[6]"یعنی ہاتھوں اور پاؤں کا خلال امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک سنت اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مستحب ہیں۔ اور انگلیوں کے قریب ہونے اور اس گمان کے ساتھ کے اس تک پانی نہیں پہنچے گا امام احمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے۔"

(2)امام ترمذیؒ ترجمۃ الباب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"**باب التسمیة عند الوضوء**" اب اس مسئلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ وضوء کی ابتداء میں تسمیہ کا کیا حکم ہے۔ مفتیؒ اس کے تحت مختلف فقہی مذاہب کا خلاصہ بیان کرتے ہوے لکھتے ہیں۔

ائمہ اربعہ کے علاوہ دوسرے فقہا اور تابعین کے مذاہب کا ذکر

منہاج السنن کا مطالعہ کرنے سے ایک بات یہ سامنے آتی ہے کہ مفتی صاحب نے توضیح الابواب کے سلسلے میں بہت سی جگہوں پر ائمہ اربعہ کے مذاہب کے علاوہ دوسرے فقہاء اور تابعین کے مذاہب کا ذکر بھی کیا ہے جن سے دوسرے ائمہ اور تابعین کے مذاہب کو با آسانی معلوم کیا جاسکتا ہے۔مثلاً(۱)امام ترمذی روایت کرتے ہیں :"**باب مسح الاذنین ظاھرھما وباطنھما**"[7]مفتی صاحب اس کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:"کانوں کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ائمہ اربعہ کے نزدیک ظاہر اور باطن دونوں طرف سے مسح کیا جائے گا۔ ابن اسحاقؒ نے فرمایا ہے کہ چہرے کے دھونے کے ساتھ کانوں کے باطن کو بھی دھویا جائے گا اور سر کے مسح کے ساتھ ظاہر کا مسح کیا جائے گا۔امام زہری کے نزدیک چہرہ دھونے کے ساتھ کانوں کے ظاہر اور باطن دونوں کو دھویا جائے گا۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ چہرہ دھونے کے ساتھ کانوں کے ظاہر اور باطن دھویا جائے گا اور اس کے بعد سر کے مسح کے ساتھ ظاہر اور دونوں طرف ان کا مسح بھی کیا جائے گا۔ شعبی فرماتے ہیں کہ کانوں کے سامنے کو چہرے کے ساتھ دھویا جائے گا اور پچھلے حصے کو سر کے ساتھ مسح کیا جائے گا"[8]اس طرح"**باب التسمیة عند الوضوء**" کی ابتداء میں ائمہ اربعہ کے علاوہ تابعین اور دوسرے فقہاء کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"**قال داؤد الظاھری**

الحسن واسحاق انها واجبة ای فرض"9" داؤد ظاہری، حسن بصری اور اسحاق فرماتے ہیں کہ یہ (تسمیۃ عند الوضوء) واجب یعنی فرض ہے"

توضیح الکلمات میں مفتی فرید کی منہج کا جائزہ

مفتی فرید نے اپنی شرح میں توضیح الکلمات کے سلسلے میں درجہ ذیل منہج اور اسلوب کو اختیار کیا ہے۔

احادیث نبوی ﷺ میں موجود اہم حروف کی وضاحت

مفتی صاحب کا کلمات حدیث نبوی ﷺ کی وضاحت میں یہ طریقہ ہے کہ جب بھی ایسا کوئی حرف مختلف کلمات کے درمیان آ جائے کہ کلمات کے درمیان باہمی ربط اور معانی میں اس حرف کا ایک ایسا کردار ہو کہ ان حرف کو ہٹانے یا ان کی جگہ دوسرا لفظ لانے سے اس جملے کا مطلب بالکل بدل جاتا ہو تو ایسے حرف کی وضاحت پر مفتی صاحب توجہ دیتے ہیں کچھ مثالیں ملاحظ فرمائیں:

(ا)"حضرت صفوان بن عسال فرماتے ہیں کہ جب ہم سفر میں ہوتے تھے تو حضور ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم تین دن اور رات اپنے موزے قضائے حاجت، پیشاب اور خواب کی وجہ سے نہ نکالے مگر صرف جنابت کی وجہ سے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے "[10] اس حدیث میں موجود حرف " لکن " کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی صاحب فرماتے ہیں:" اہل عرب نے کہا ہے کہ " لکن " استدراک کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کے ذریعے نفی میں ایک مفرد کا دوسرے مفرد پر عطف کیا جاتا ہے اور وہ حکم جو پہلے سے نفی کیا گیا ہو دوسرے کے لیے ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر یہ مثبت پر داخل ہو تو اس کے لیے ایک جملہ مقدر ہوتا ہے تو اس حدیث کی تقدیر یہ ہے: **و لکن لاننزع من غائط**[11] اس لحاظ سے مفتی صاحب کی تشریح دوسرے شارحین کے مقابلے میں زیادہ واضح ہے کیونکہ آپؒ نے پہلے لفظ "لٰکنّ" کی وضاحت کی اور پھر اس وضاحت کی روشنی میں اس حدیث کی تشریح فرمائی۔ کلمات کی لغوی تحقیق، کلمات کی مراد کی وضاحت، رواۃ حدیث، حدیث میں موجود ناموں کی وضاحت اور تصحیح: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سند حدیث میں راوی کا اصل نام ذکر نہیں ہوتا۔ 'منہاج السنن' میں مفتی صاحب کا منہج یہ رہے کہ وہ رواۃ حدیث کے ناموں کی وضاحت کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے صحیح تلفظ کی بھی وضاحت کرتے ہیں۔ خصوصاً ان رواۃ کے ناموں کا جن کے تلفظ میں عموماً غلطی کی جاتی ہے۔ اس طرح احادیث میں بعض شخصیات کے نام آتے ہیں جو کہ مجہول ہوتے ہیں، مفتی صاحب ایسے الفاظ اور شخصیات کی بھی وضاحت کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(ا): امام ترمذی روایت کرتے ہیں: **عن ابن عمر: أن رجلا سلم على النبي ﷺ وهو يبول فلم يرد عليه**[12]" ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پر ایک شخص نے سلام کیا اور آپ ﷺ پیشاب فرمارہے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو سلام کا جواب نہیں دیا" اس روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ اب یہ شخص کون ہے مفتی صاحب ان کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **وهذا الرجل هو ابو الجهيم كما فى رو اية الشافعي**"[13] امام شافعی کی روایت میں اس راوی کا نام "**ابو الجهيم**" آیا ہے۔ بعض کتب حدیث میں اس راوی کے نام کا غلط ذکر کیا گیا ہے اس پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ بات قابل غور ہے کہ مسلم کی روایت میں ابو جہم کا لفظ آیا ہے جو کہ غلط ہے حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس پر تصریح کی ہے۔ یا اس شخص کا نام مہاجر ابن قنفذ تھا جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ مہاجر بن قنفذ نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور آپ ﷺ پیشاب فرمارہے تھے تو آپ ﷺ نے ان کے سوال کا جواب نہیں دیا۔[14]

کلماتِ حدیث کی وضاحت دوسرے احادیث نبوی ﷺ اور نسخوں کی روشنی میں

عموماً احادیث میں ایسے الفاظ اور کلمات آتے ہیں جن کا مفہوم اخذ کرنے کے لیے کافی محنت، تحقیق اور جستجو کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے الفاظ اور کلمات کی وضاحت کے لیے ہر محدث کا منفرد منہج ہوتا ہے۔ مفتی صاحب عموماً ایسے الفاظ کی وضاحت کے سلسلے میں سب سے پہلے دوسرے احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کی مدد سے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس طرح دوسرے نسخوں میں ان الفاظ کی جگہ کوئی دوسرا لفظ ہو یا ان کے ساتھ کوئی اور زیادہ الفاظ اور کلمات ہوں تو اس کی مدد سے بھی اس مشکل کلمات اور الفاظ کی وضاحت فرماتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہو:

(۱)۔۔۔امام ترمذی روایت کرتے ہیں: **عن ابن عباس : أن النبي مسح برأسه وأذنيه ظاهرهما وباطنهما**[15] "ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سر اور کانوں کے ظاہر اور باطن کا مسح کیا" اب یہ کہ کانوں کے اندر اور باہر کا کیسے مسح کیا؟ مفتی صاحب سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے حوالے سے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں: "**ای باطنهما بالسبابتين وظاهرهما بالابهامين كما فى رو ايت النسائى و ابن ماجه**"[16] "کانوں کے ظاہر کو سبابتین کے ساتھ اور اندر کا ابہ آمین کے ساتھ مسح کیا جیسے کہ نسائی اور ابن ماجہ کے روایات میں ہے۔" سنن نسائی کی روایت جس میں یہ صراحت ہے اور جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے، درجہ ذیل ہے۔ "حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ وضوء کرتے ہوئے ایک چلو پانی لے کر اس کا مضمضہ اور استنشاق کیا، پھر ایک چلو پانی لے کر اس سے منہ کو دھو لیا، پھر ایک چلو پانی لے کر اس سے اپنے دائیں ہاتھ کو دھو لیا، پھر ایک چلو پانی لے کر اس سے اپنے بائیں ہاتھ کو دھو لیا، پھر اس کے بعد اپنے سر اور کانوں کے ظاہر کا سبابتین سے اور اندر کا اپنے خنصرہ سے مسح کیا، پھر ایک چلو پانی لے کر اس سے اپنے دائیں پاؤں کو اور پھر ایک چلو پانی لے کر اس سے اپنے بائیں پاؤں کو دھو لیا"[17] آپ نے ابن ماجہ کی جن روایت کی طرف اشارہ کیا وہ بھی حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔

(۲)۔۔۔امام ترمذی روایت کرتے ہیں: "حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں پر سے گزرے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، ان میں یہ ایک شخص تو پیشاپ سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا تھا اور یہ دوسرا شخص چغل خوری کرتا تھا"[18] اب یہ دونوں قبریں کس زمانے کی تھیں؟ کہاں پر تھیں اور یہ دونوں مسلمان تھے یا غیر مسلم؟ مفتی دوسرے کتب حدیث میں موجود روایات کی روشنی میں ان اشکالات کی توضیح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: "ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ وہ دونوں قبریں نئی تھیں اور امام احمد بن حنبل کی روایت میں ہے کہ وہ قبریں بقیع میں تھیں۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ ان کو صرف غیبت کی وجہ سے عذاب دیا جارہا تھا۔ ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں مسلمان تھے اور صحیح مسلم میں حضرت جابر کی طویل روایت ہے جس میں کہا ہے کہ یہ دونوں کافر تھے لیکن اصل میں یہ واقعہ حضرت ابن عباس کی حدیث سے الگ ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث میں مدینہ منور کا ذکر ہے اور اس میں ایک شاخ کو دو حصے کرنے کا ذکر ہے اور اس میں عذاب کے سبب کا بھی ذکر ہے اور حضرت جابر کی حدیث میں سفر کا ذکر ہے، اور اس میں دو درختوں سے دو شاخوں کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ اس میں سبب تعذیب کا بھی ذکر نہیں ہے۔ پس اس سے ان لوگوں کی بات رد ہو گئی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام ایک واقعہ ہے"[19]

مسائل فقہیہ میں مفتی فرید کی منہج کا جائزہ

احادیث کی تشریح میں ایک اہم مرحلہ "فقہی مسائل" کا بیان اور استخراج ہے۔ اس توضیح کے سلسلے میں ہر محدث کا اپنا اپنا انداز اور منہج ہوتا ہے۔ مفتی فرید چونکہ ایک فقیہہ بھی ہے۔ اس لیے مفتی صاحب نے شرح "منہاج السنن شرح جامع السنن" میں فقہی مسائل کے حل پر کافی توجہ دی ہے۔ آپ نے شرح میں مسائل فقہیہ کی توضیح میں درجہ ذیل منہج کو اپنایا ہے۔

حدیث میں موجود فقہی مسائل کو پوری وضاحت اور اختلافات مذاہب کے ساتھ ذکر کرنا

جامع السنن میں مفتی فرید کا منہج یہ ہے کہ حدیث میں جتنی بھی فقہی مسائل موجود ہو یا ان کی طرف اشارہ ہو آپ ان کی وضاحت پوری استطاعت کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان مسائل میں فقہی مذاہب کا اختلاف بھی مع الدلائل بیان فرماتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہو:

(ا)۔۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں: "حضرت علی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! نماز کی کنجی پاکی ہے اور نماز میں حرام کرنی والی چیز تکبیرِ تحریمہ ہے اور حلال کرنی والی چیز سلام ہے۔"[20] مفتی صاحب اس حدیث میں فقہی مسائل اور مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس حدیث میں بہت سے مسائل ہیں اول ان الفاظ کے حوالے سے جن کے ذریعے نماز میں انسان داخل ہوتا ہے۔ امام مالک اور امام احمد نے فرمایا کہ نماز میں صرف اللہ اکبر کے ذریعے داخل ہونا جائز ہے۔ اور ان کی دلیل توارث ہے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ صرف اللہ اکبر اور اللہ الاکبر کے ذریعے نماز میں داخل ہونا جائز ہے۔ کیونکہ زیادتی لام مبالغہ پر دلالت کرتی ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ صرف اللہ اکبر، اللہ الاکبر، اللہ کبیر اور اللہ الکبیر کے ذریعے نماز میں دخول جائز ہے۔ اس کے لیے جو تکبیر جانتا ہو کیونکہ افعل کا وزن اللہ تعالیٰ کے اسماء میں فعیل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے فرمایا ہر اس لفظ کے ذریعے نماز میں داخل ہونا جائز ہے جو تعظیم پر دلالت کرتا ہو۔"[21] مفتی صاحب کے نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا مذہب راجح ہے۔ اس لیے پہلے مختصراً انداز میں ان دوسرے ائمہ کے دلائل بیان فرمائے اور امام ابو حنیفہ کے دلائل آخر میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام اعظم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾[22] سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس جگہ تکبیر تحریمہ کی تعبیر ذکر کے ساتھ کی گئی ہے بغیر کسی تقید اور اللہ اکبر کے تخصیص کے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾[23] سے کیونکہ اس میں تکبیر کا ذکر ہے جو کہ لغت میں بڑائی کو کہتے ہیں اور یہ آیتیں نماز سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔[24] اس کے بعد آپ نے امام ابو حنیفہ کی مذہب کے لیے درجہ ذیل دلائل بھی ذکر کی ہیں۔ "**عن الشعبي قال بأي أسماء الله افتتحت الصلاة أجزأك**"[25] امام شعبی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جس نام سے بھی تو نے نماز شروع کی، جائز ہے "**عن إبراهيم قال إذا سبح أو كبر أو هلل أجزأه في الافتتاح ويسجد سجدتي السهو**[26]" ابراہیم نخعی نے فرمایا! نماز کی ابتدا تسبیح، تکبیر اور تہلیل سے درست ہو جاتی ہے" یہ تو وہ دلائل تھے جو مفتی صاحبؒ نے دوسرے کتب کے حوالے سے ذکر کی ہیں۔ اس کے بعد مفتی صاحب ایک حدیث سے عجیب استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اور اس کی تائید اس حدیث نبوی ﷺ سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے۔ اور یہ بات کسی پر بھی خفی نہیں ہے کہ ایک شخص لا الہ الا الرحمٰن کہے تو وہ بھی اسلام میں داخل ہو گا۔ پس جب لا الہ الا الرحمٰن دخول فی الایمان جائز ہے بلا تخصیص لا الہ الا اللہ جو اصل ہے تو فرع جو نماز ہے اس میں بطریقہ اولیٰ جائز ہو گا۔"[27]

اگر دیکھا جائے تو مفتی صاحب نے اس مسئلے میں براہِ راست قرآن اور احادیث سے استدلال کیا ہے۔ اس کے بعد مفتی صاحب اس حدیث میں موجود دوسرے فقہی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "دوسری بحث اس میں یہ ہے کہ کیا تکبیرِ تحریمہ شرط ہے یا رکن؟ تو امام ابو حنیفہ اور اس کے متبعین کا مذہب یہ ہے کہ یہ شرط ہے نماز سے باہر ہے اور ائمہ ثلاثہ نے فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ رکن ہے اور نماز میں داخل ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے شرائط ہیں جو دوسرے ارکان نماز کے لئے شرط ہے۔ ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى﴾[28] ہے کیونکہ اگر یہ رکن ہوتا تو اس صورت میں کل کا اپنے جز پر اور شیٔ کا اپنے آپ پر عطف لازم آئے گا (جو کہ جائز نہیں)"[29] ائمہ ثلاثہ کی استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "ائمہ ثلاثہ کے استدلال سے جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے اس لیے کہ تکبیر تحریمہ کے لیے نماز جیسے شرائط نہیں حتیٰ کہ اگر ایک بے وضو شخص تکبیر پڑھ کر پانی میں غوطہ لگالے اور پھر اپنا سر نکال کر نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہو گی"[30]

مسئلہ تداوی بالحرام اور مفتی صاحب کی تحقیق

ایک اہم مسئلہ جس کا تعلق اس حدیث سے ہے اور اکثر شارحین حدیث نے اس حدیث کے تحت اس پر گفتگو کی ہے وہ حرام اشیاء کے ذریعے علاج کا ہے۔ کہ کیا ان کے ذریعے علاج جائز ہے یا نہیں؟ مفتی صاحب نے بھی اس پر گفتگو کی ہے۔ آپ کی تحقیق ملاحظ ہو: **والمسئلة الثانية فی التداوی بالمحرم اعلم ان التداوی بالمحرم ممنوع فی ظاهر المذهب لما رواه:ابن حباب فی صحيحه وصححه ان ام سلمة قالت اشتكت ابنة لی فنبذنا لها هذا فقال ان الله لم يجعل شفاءكم فی حرام "وفی الدر ان المنع محمول علی المظنون والا فجوازه باليقينی اتفاقی"[31]** اس حدیث سے متعلق دوسرا مسئلہ حرام اشیاء کے ذریعے علاج ہے۔ ظاہر مذہب میں حرام کے ذریعے علاج حرام ہے کیونکہ ابن حبان نے اپنے صحیح میں روایت کی ہے کہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میری ایک بیٹی کو بیماری لاحق ہوئی تو ہم نے ان کے لیے نبیذ تیار کیا تو رسول ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حرام اشیاء میں شفاء نہیں رکھی ہے۔ "در" میں ہے یہ منع ان حرام اشیاء میں ہے جن میں شفاء یقینی نہ ہو ورنہ جن میں شفاء یقینی ہو تو اس سے علاج بالاتفاق جائز ہے" مفتی صاحب نے حدیث صحیح ابن حبان کے حوالے سے ام سلمہ کی جن روایت کو ذکر کیا ہے تو اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "ام سلمہ کی حدیث اختیار پر محمول ہے اور مجبوری کی حالت میں اس کا استعمال جائز ہے۔ پس اس سے حدیث کی مخالفت لازم نہیں آتی"[32] امام مسلم روایت کرتے ہیں: "طارق بن سوید جعفی نے نبی ﷺ سے شراب کے متعلق سوال کیا، تو آپ ﷺ نے ان کو اس کے بنانے سے منع کیا۔ اس نے عرض کی میں تو دوا کے لیے اس کو بناتا ہوں! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو دوا نہیں بلکہ بیماری ہے"[33]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

> اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ خمر دوا نہیں ہے لہٰذا خمر کے ساتھ علاج کرنا حرام ہے، ہمارے فقہاء شافعیہ کے نزدیک یہی صحیح ہے کہ خمر سے علاج مکروہ ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کے گلے میں لقمہ پھنس جائے تو اس کو نیچے اتارنے کے لیے اگر شراب کے علاوہ کوئی اور مشروب دستیاب نہ ہو تو خمر کے ذریعے اس کو نیچے اتارنا جائز ہے۔ کیونکہ اس وقت خمر سے شفاء کا حصول یقینی ہے اور علاج ظنی ہے۔[34]

فقہائے احناف کے کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین فقہاء نے خمر کے ساتھ علاج کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس کو ناجائز کہا ہے۔ لیکن متاخرین فقہاء احناف نے ضرورت کی بناء پر خمر کے ساتھ علاج کو جائز کہا ہیں۔

مسئلہ تعذیب بالنار اور مفتی صاحب کی تحقیق

احادیث مبارکہ میں آگ کے ذریعے سزا دینے سے منع آیا ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اور فرمایا کہ اگر تم نے فلاں اور فلاں کو پایا تو ان کو جلا دو۔ جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو جلا دو حالانکہ آگ کے ذریعے تو صرف اللہ تعالیٰ سزا دے گا۔ پس تم اگر ان کو پاؤ تو ان کو قتل کر دو[35] ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی بھی شخص کو آگ کے ذریعے سزا دینے سے منع فرمایا گیا ہے جب کہ اس حدیث کے باب میں ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے آنکھوں میں گرم سلائیاں ڈالی؟ اس لیے اس جگہ اکثر شارحین نے مسئلہ تعذیب بالنار یعنی آگ کی وجہ سے سزا دینے کے مسئلے پر گفتگو کی ہیں۔ مفتی صاحب نے بھی اس جگہ اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے: اس حدیث میں آگ کے ذریعے عذاب کا ہے۔ اس حدیث پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے آگ کے ذریعے عذاب دینے سے منع فرمایا تو ان کو آگ کے ذریعے سزا کیوں دی گئی؟ تو اس کا جواب یہ کہ حدیث میں نہی سے نہی تنزیہی اور عاجزی مراد ہے نہ کہ نہی تحریمی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر، حضرت علی اور حضرت خالد بن ولید نے بعض کفار کو جلایا جیسا کہ "بذل" میں اس پر تصریح ہے۔ یا جواب یہ کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ قصاصاً کیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے بھی ان چرواہوں کے ساتھ اس طرح کا عمل کیا تھا۔ جیسا کہ امام ترمذی اور مسلم نے بعض طرق سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں ڈالی کیونکہ انہوں نے بھی ان چرواہوں کے ساتھ اس طرح کا عمل کیا تھا۔[36]

'فائدہ' کے عنوان سے حدیث سے متعلق اہم مباحث کا ذکر

منہاج السنن میں آپ نے ایک طریقہ یہ بھی اختیار کیا ہے۔ کہ جب بھی کسی حدیث کی وضاحت فرماتے ہیں تو اس حدیث سے متعلق جو بھی اہم اور ضروری مسئلہ ہو "فائدہ" کے عنوان سے آخر میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہو: (ا) امام ترمذی روایت کرتے ہیں: "حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں پر سے گزرے تو فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور کسی ایسی گناہ کی وجہ سے نہیں جن سے بچنا ان کے لیے مشکل تھا۔ اس میں یہ شخص پیشاپ سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا"[37] اس حدیث کی وضاحت کرنے کے بعد آخر میں مفتی صاحب "فائدہ" کے تحت تحریر فرماتے ہیں: "قبروں پر تر شاخیں رکھنا مشروع ہے اور یہ نبی ﷺ کے ساتھ خاص نہ تھا کیونکہ صحابی حضرت بریدۃ بن خصیب نے اس کی وصیت تھی کہ ان کے وفات کے بعد ان کے قبر پر شاخیں رکھیں جائیں۔ جیسا کہ بخاری اور ابوداؤد کے کتاب الجنائز میں ہے اور اس پر کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ اس کی مشروعیت پر ہمارے فقہاء نے تصریح کی ہے۔ ہر چہ قبروں پر پھول رکھنا ہے تو ہندیہ میں غرائب سے منقول ہے کہ یہ اچھا کام ہے اور اس پر صدقہ بہتر ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اس وقت جائز ہے جبکہ یہ نصاریٰ اور خواہش پسند لوگوں کی اتباع کی وجہ سے نہ ہو۔ کیونکہ یہ ایک ناجائز کام اور قبیح رسم ہے۔ اس سے اجتناب واجب ہے جیسا کہ ہر مباح کا حکم ہے جبکہ وہ اہل ھویٰ کی علامت بن جائے"[38]

مسح علی الجوربین کے متعلق مفتی صاحب کی تحقیق

جرابوں پر مسح کرنا ایک اختلافی مسئلہ ہے، بعض اہل علم اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض اس کے عدم جواز کے۔ اس کے بارے میں مفتی صاحب نے تفصیلی گفتگو کی ہے۔ آپ کی تحقیق ملاحظ ہو: سب سے پہلے تو آپ نے جوربین کی لغوی وضاحت

فرمائی ہے، لکھتے ہیں ۔"**الجورب هولفافةالرجل يتخذ من غزل اوصوف اوقطن اوشعراوجلد رقيق لاستدفاء القدم**"[39]"جرابہ پاؤں ڈھاکنے کی چیز کو کہتے ہیں جو دھاگہ ،اون،روئی،بالوں یاباریک جلد سے قدم گرم رکھنے کے لیے بنایا جاتا ہے۔"اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے تمام اصحاب جلد شدہ اور نعل شدہ جرابوں پر مسح کے قائل ہیں۔[40]پھر فرمایا کہ جو جرابیں سخت ہو اور غیر مجلد ہو۔اور منعل اور مبطن کے متعلق ہمارے علماء کا آپس میں اختلاف ہے ۔امام ابو یوسف اور امام محمد اس پر مسح کے قائل ہیں۔امام ابو حنیفہ پہلے اس کے عدم جواز کے قائل تھے اور پھر آخری عمر میں صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا۔اور یہ رجوع بھی اپنی وفات سے نو یا تیس دن پہلے کیا۔اگر عام جرابیں ہو تو مفتی صاحب بھی اس پر مسح کے قائل نہیں اور آپ نے جن جرابوں پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے۔ان کا اطلاق آج کل کے جرابوں پر نہیں کیا جاسکتا۔کیونکہ آپ نے بھی دوسرے فقہاء کی طرح اس کے ساتھ ثخینین کی شرط لگائی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ اس میں دو تین دفرسخ چلنا ممکن ہو۔اور اس طرح ہو کہ بغیر کسی چیز کے باندے پاؤں کے ساتھ لگا ہو۔اور نہ ایسا ہو کہ اسکے نیچے دکھائی دینا ممکن ہو اور نہ اس کے نیچے سے پانی جذب ہو۔اسی وجہ سے مفتی صاحب نے اس کی تصریح کی ہے کہ نائلون کے جرابوں پر مسح جائز نہیں۔[41]

اجرت علی الطاعات کے متعلق مفتی صاحبؒ کی تحقیق

امام ترمذی باب قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"**باب ما جاء في كراهية ان يا خذا لمؤذن على الاذان اجرا**"اس کے بعد ایک مرفوع روایت ذکر کی ہے:"عثمان ابن ابی العاص فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے سے جو آخری عہد لیا وہ یہ ہے کہ ایسے مؤذن کو رکھنا جو اذان پر اجرت نہیں لیتا۔ اس کے بعد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے،اہل علم کا اس پر عمل ہے اور انہوں نے اذان پر اجرت کو مکروہ کہا ہے اور مؤذن کے لیے مستحب ہے کہ ثواب کی نیت رکھے۔"[42]مفتی صاحب نے متاخرین فقہاء اور محدثین کی طرح دینی امور میں سستی کی وجہ سے اور ان حضرات کو بیت المال سے اجرت نہ ملنے کہ وجہ سے ان کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔لکھتے ہیں:"امام ابو حنیفہ اور امام احمد نے اجرت علی الاذان کو مکروہ و ناجائز کہا ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک جائز ہے اور ہر چہ سورۃ الفاتحہ پر دم کرنے پر اجرت لینا تو امام مالک،شافعی اور امام احمد اس کے جواز کے قائل ہیں۔امام قرطبی نے ابو حنیفہ سے روایت کیا کہ دم کرنے میں سارے دنیاوی مقاصد شامل ہیں۔امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک تعلیم القرآن،فقہ اور ہر طاعت پر اجرت لینا جائز نہیں اور امام مالک اور شافعی نے اس کو جائز کہا ہے۔"[43]اس کے بعد کے مفتی صاحب "ہدایہ" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہمارے مشائخ نے اب تعلیم القرآن پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے کیونکہ اب لوگوں میں دینی کاموں میں سستی آگئی ہے۔اب اگر اس اجرت کو ناجائز کہا جائے تو اس میں قرآن کے ضائع ہونے کا امکان ہے اور اسی پر ہی فتویٰ ہے۔

نماز میں سورۃ الفاتحہ کا حکم اور مفتی صاحب کی تحقیق

نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ آیا سورۃ الفاتحہ پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔امام ابو حنیفہ کے نزدیک سورۃ الفاتحہ نماز کا رکن نہیں ہے یعنی فرض نہیں ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ اس کے فرضیت اور رکنیت کے قائل ہیں۔اس مسئلہ میں دونوں طرف سے دلائل موجود ہیں جس کی وضاحت میں محدثین اور فقہاء کرام نے اپنی اپنی تحقیق اور منہج کے مطابق دلائل کو ذکر کیا ہے۔اس مسئلہ میں مفتی صاحب کی تحقیق ملاحظہ ہو:امام ترمذی روایت کرتے

ہیں:**عن عبادة بن الصامت عن النبي قال :لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب**[44]" حضرت عبادہ ابن صامت سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز سورۃ الفاتحہ کے بغیر جائز نہیں "اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں : کہ یہاں پر دو مسئلے ہیں ایک نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا م اور دوسرا امام کے پیچھے کی قرأت کا، مگر اس حدیث کا تعلق صرف پہلے مسئلہ سے ہے۔" امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز میں مطلق قرأت فرض ہے یعنی ایک آیت کا پڑھنا چاہے کتنی ہی چھوٹی آیت کیوں نہ ہو اور سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث باب ہے اور وہ صحیح حدیث جن کی روایت امام بخاری[45] اور امام مسلم[46] نے بھی کی ہے اور امام دار قطنیؒ[47] نے ان الفاظ کے ساتھ ان روایت کی ہے "**لا يجزئ صلاة لمن لم يقرأ بفاتحه الكتاب** "اور اس کے بعد فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ اس کے علاوہ ایک جماعت سے ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے " **لا صلاة لمن لم يقرأ**" امام ابو حنیفہ کے دلائل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہماری دلیل ﴿**فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ**﴾[48] یہ آیت مطلق قرأت پر اس طور پر دلالت کرتی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے قرأت قرآن کا ذکر کیا ہے بغیر سورۃ الفاتحہ کے اور کسی اور سورۃ کے۔ یا یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ دوسرے ارکان مثلاً سجدہ اور رکوع سے پوری نماز کو تعبیر کیا ہے پس اس طرح یہاں بھی نماز کو قرأت سے تعبیر کیا گیا۔ یعنی نماز میں جو بھی قرآن کا حصہ تم کو آسان ہو اس کی تلاوت کرو۔ پس اس وجہ قرأت رکن ہے نہ کہ سورۃ الفاتحہ۔ اس کے علاوہ ہماری دلیل رسول ﷺ کا یہ ارشاد ہے جس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک اعرابی کو فرمایا: پھر پڑھ وہ جو قرآن میں سے تجھ کو یاد ہو۔

بعض مسائل میں فقہی مذاہب کا استیعاب اور اپنے مذہب کے دلائل پر اکتفاء

"جامع السنن" میں مفتی صاحب نے فقہی مسائل کو بیان کرنے میں فقہی مذاہب کا استیعاب نہیں کیا جیسا کہ احادیث اور فقہ کے کتب کے بڑے شروحات میں یہ انداز اپنایا گیا ہے۔ جیسے فتح الباری، عمدۃ القاری، فتح القدیر اور بنایہ وغیرہ۔ مفتی صاحب نے اپنی شرح میں یہ کوشش کی ہے کہ کسی بھی فقہی مسئلہ میں مذاہب اربعہ کو بیان کیا جائے۔ لیکن بعض مسائل میں مذاہب اربعہ کے علاوہ دوسرے مذاہب کا بھی استیعاب کیا۔ چند مثالیں ملاحظہ:

> حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سجدہ کی حالت میں سوگئے حتیٰ کہ آپ ﷺ خراٹے لینے لگے یا بغیر آواز کے سانس لینے لگے پھر اس کے بعد کھڑے ہوگئے اور نماز ادا کی۔ پس میں نے کہا یا رسول ﷺ! کیا آپ سوئے نہیں تھے ؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضوء اس پر واجب ہے جو پہلو پر سوئے کیونکہ جب پہلو کے بل سوئے گا تو اس کے مفاصل (جوڑ) کھل جاتے ہیں[49]

اب اس حدیث میں ایک فقہی مسئلہ موجود ہے کہ خواب ناقض وضوء ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کون سا ؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :" یہ بات قابل غور ہے کہ رسول ﷺ کی نیند ناقض وضوء نہیں تھی اور یہ صرف آپ ﷺ کی خصوصیت نہیں تھی بلکہ تمام انبیاء کرام کی نیند ناقض وضوء نہیں تھی"[50] علامہ عینی لکھتے ہیں:"**فأما سيدنا رسول الله فمن خصائصه أنه لا ينتقض وضوؤه بالنوم مضطجعا ولا غير مضطجع**"[51]" سیدنا رسول ﷺ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ کسی بھی حالت میں نیند سے آپ ﷺ کا وضوء نہیں ٹوٹتا" اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ انبیاء کے علاوہ عام لوگوں کے نیند کے متعلق علماء کے مختلف مذاہب ہیں۔ شعبہ اور سعید بن مسیب کے نزدیک نیند

مطلقاً ناقض وضوء نہیں ہے۔☆ امام شافعی کے نزدیک جب مقعد زمین سے متصل ہو تو ناقض وضوء ہے ورنہ نہیں، چاہے نماز میں ہو یا نہ، یا لیٹا ہو یا بیٹھا ہو۔☆ امام مالک اور ایک قول امام احمد کا بھی یہ ہے کہ نوم قلیل ناقض وضو نہیں اور کثیر ناقض وضو ہے۔ امام مالک سے ایک قول یہ ہے: کہ اگر نیند طویل اور ثقیل ہو اور انسان اس حالت میں ہو کہ اس کے ارد گرد جو کچھ ہو رہا ہے اس سے واقف نہیں ہو سکتا تو یہ نیند ناقض وضوء ہے ورنہ نہیں۔

احادیث کی اسنادی حیثیت کے تعین میں مفتی فرید کی منہج کا جائزہ

جرح وتعدیل کے اصول اور قواعد کا ذکر

"منہاج السنن شرح جامع السنن" میں مفتی صاحب کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی بھی فن اور علم کے متعلق بحث کرتے ہیں تو پہلی دفعہ اس فن اور علم سے متعلق ضروری مباحث کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ پڑھنے والے کو اس فن اور علم کے متعلق بنیادی معلومات فراہم ہو جائے اور اس کے روشنی میں باقی مباحث کا مطالعہ کریں۔ آپ نے "جامع السنن" میں احادیث کی اسنادی حیثیت پر بھی بحث کی ہے اگرچہ تمام احادیث کے اسناد اور روات پر بحث نہیں کی۔ اور احادیث پر کسی بھی طرح کا حکم بہت ہی کم جگہوں پر لگایا ہے۔ لیکن ابتداء میں جرح وتعدیل کے کچھ اصول اور مباحث بیان کئے ہیں۔ چند مثالیں درجہ ذیل ہیں:

(ا): امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز بغیر پاکی کے قبول نہیں ہوتی اور نہ صدقہ قبول ہوتا ہے حرام مال سے[52] اس حدیث کی تشریح میں مفتی صاحب نے تقریباً چھ مباحث بیان کئے ہیں۔ آخر میں سندِ حدیث پر یعنی رواتِ حدیث پر بھی بحث کی ہے۔ اسی سے متعلق لکھتے ہیں: یہاں پر طبقاتِ رواۃ کا ذکر ضروری ہے جس کے ضمن میں الفاظ جرح وتعدیل کی بھی وضاحت ہو گی۔ طبقاتِ روات سے متعلق سب سے جامع عبارت حافظ ابن حجر کی ہے جو کہ انہوں نے "تقریب التہذیب" میں قائم کی ہے۔ ان روات کے طبقات درجہ ذیل ہیں: **طبقہ اولیٰ۔** صحابہ کرام کا طبقہ۔ جس میں تمام صحابہ کرامؓ بلا امتیاز شامل ہیں۔ **طبقہ ثانیہ۔** وہ روات جس کی توثیق ان الفاظ سے کی گئی ہو۔ اوثق الناس، تکرار صفت لفظاً جیسے ثقۃ ثقۃ یا معنیً جیسے ثقۃ حافظٌ۔ **طبقہ ثالثہ۔** جس کی توثیق ثقہ، متقن، ثبت اور عدلٌ کے الفاظ سے کی گئی ہو۔ **طبقہ رابعہ۔** جو ثقہ ہونے میں طبقہ ثالثہ سے کم ہو ان کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ صدوق، لاباس بہ، لیس بہ باسٌ۔ **طبقہ خامسہ۔** جو طبقہ رابعہ سے ثقہ ہونے میں معمولی کم ہو اور ان الفاظ سے ان کی طرف اشارہ ہوتا ہو سیئ الحفظ، صدوق یُہم، لہاوہام، یخطئ، تغیر باخرۃ۔ اس کے علاوہ وہ روات بھی ان میں شامل ہیں جن پر شیعت، مرجئہ، قدریہ، ناصبی اور جہمیہ ہونے کا الزام ہو لیکن یہ حضرات ان کی طرف داعی نہ ہو۔ **طبقہ سادسہ۔** وہ روات جن سے بہت کم ہی احادیث مروی ہو مگر ان سے ایسے امور ثابت نہ ہو جن کی وجہ سے احادیث کا ترک کیا جاتا ہو۔ ان الفاظ کے ساتھ ان حضرات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مقبولٌ، حیث یتابع، والا فلین الحدیث۔ **طبقہ سابعہ۔** ایک سے زیادہ لوگوں نے ان سے روایت کی ہو مگر کسی سے بھی اس کی توثیق ثابت نہ ہو۔ ان حضرات کی طرف ان الفاظ سے اشارہ ہوتا ہے۔ مستورٌ، مجہولٌ۔ **طبقہ ثامنہ۔** جن کی توثیق کسی معتبر شخصیت نے نہ کی ہو اور ان کے متعلق ضعف کا اطلاق بغیر کسی تفصیل کے پایا جاتا ہو۔ لفظ ضعف سے ان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ **طبقہ تاسعہ۔** جن سے صرف ایک نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق منقول نہ ہو۔ لفظِ مجہول سے ان کی طرف اشارہ ہوتا

ہے۔ **طبقہ عاشرہ**۔ جس کی توثیق یقیناً ثابت نہ ہو اور ضعف ثابت ہو۔ ان روات کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ متروک، متروک الحدیث، واہی الحدیث، ساقطٌ۔ جس پر کذب کا الزام ہو جس پر کذب اور وضع کا اطلاق کیا جاتا ہو۔[53]

اسنادِ حدیث میں موجود رواۃ کا تعارف

منہاج السنن میں اکثر جگہوں پر مفتی صاحب نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ حدیث کی سند میں موجود رواۃ کا مختصر تعارف کرتے ہیں۔ یہ تعریفات تو اکثر جگہوں پر انتہائی مختصر ہیں اور بعض جگہوں پر کچھ تفصیل کے ساتھ چند امثلہ ملاحظہ ہو:

(۱): امام ترمذی روایت کرتے ہیں: **عن ابن عمر: عن النبي قال لا تقبل صلاة بغير طهور ولا صدقة من غلول قال هناد في حديثه إلا بطهور**[54] اس حدیث کی سند میں موجود رواۃ کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی صاحب لکھتے ہیں: "دوسری تحقیق اس حدیث کے رجال کے متعلق ہے۔ قتیبہ بن سعید کا اصل نام یحیٰ بغلانی ہے۔ اور قتیبہ ان کا لقب ہے۔ مفتی صاحب نے قتیبہ کے متعلق بس اتنا لکھا ہے۔[55] قتیبہ کہاں پیدا ہوئے، کب پیدا ہوئے، شیوخ کون کون سے ہیں، ان سے کون سے حضرات روایت کرتے ہیں، کہاں پر وفات ہوئی۔ اس طرح کے دوسرے اہم معلومات کا ذکر مفتی صاحب نے نہیں فرمایا۔ اس جگہ مفتی صاحب نے اس سند میں موجود رواۃ کی وضاحت کی۔ اب ان رواۃ کے نام کسی بھی دوسری جگہ آئے مفتی صاحب نے ان کی وضاحت نہیں فرمائی ہے جیسا کہ دوسرے شارحین کا بھی طریقہ ہے۔ امام ترمذی سے تصحیح و تضعیف حدیث اور رواۃ کے متعلق جرح و تعدیل میں اختلاف: اسنادِ احادیث کی تعیین، رواۃ کی جرح و تعدیل اور احادیث کے تصحیح اور تضعیف میں محدثین کی رائے ہمیشہ ایک نہیں ہوتی۔ بعض اوقات ایک محدث اپنی تحقیق کے مطابق ایک حدیث کے راوی کو ثقہ قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرا محدث اپنی تحقیق کے مطابق اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ اسماء الرجال کے کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بہت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ائمہ حدیث اور ائمہ فن اسماء الرجال کا ایک راوی کے بارے میں رائے ہمیشہ ایک نہیں ہوتی بلکہ تقریباً اکثر رواۃ کے بارے میں ان کی رائے مختلف ہوتی ہے۔ امام ترمذی نے نہ صرف احادیث کو جمع کیا ہے بلکہ رواۃِ حدیث کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے اور احادیث کی صحت اور ضعف وغیرہ کا حکم بھی لگایا ہے۔ جیسا کہ بتایا گیا کہ کسی بھی راوی اور حدیث کے بارے میں محدثین کی آراء مختلف ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے مفتی فرید نے بھی بعض جگہوں پر امام ترمذی کی رائے سے اختلاف کیا اور اسنادِ حدیث اور رواۃِ حدیث کے بارے میں مفتی صاحب کی تحقیق امام ترمذی کی تحقیق سے مختلف ہوتی ہے۔ چند مثالیں درجہ ذیل ہیں:

(۱): امام ترمذی روایت کرتے ہیں: ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کی وجہ کوئی بڑا جرم نہیں۔ ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت احتیاط نہیں کرتا تھا جب کہ دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔[56] اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

> "منصور نے یہ حدیث مجاہد سے انہوں نے ابن عباسؓ سے نقل کی ہے لیکن اس میں طاؤس کا ذکر نہیں (یعنی منصور نے بلا واسطہ طاؤس کے نقل کی ہے) اور اعمش کی روایت اصح ہے۔ میں نے ابو بکر محمد ابن ابان سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے وکیع سے کہتے ہوئے سنا کہ اعمش منصور کے مقابلے میں ابراہیم کے سند کو زیادہ یاد کرنے والے ہیں۔"

مفتی صاحب اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں امام ترمذی کا مقصد اعمش کے حافظے کا منصور کے حافظے پر اور اعمش کے روایت کا منصور کی روایت پر ترجیح ہے۔ آپ کا امام ترمذی کی اس بات سے اختلاف ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس کلام سے امام ترمذی کا مقصد یہ بھی ہے کہ اعمش حافظے میں منصور سے قوی ہے کیونکہ جو ایک شخص ایک جگہ احفظ ہو وہ ہر جگہ احفظ ہوتا ہے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اس پر تو یہ لازم نہیں آتا کہ اعمش ابراہیم کے سند کو منصور سے زیادہ یاد کرنے والا ہے اور دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو دونوں طریقوں سے روایت کی ہے اور ابن حبان نے دونوں طریقوں کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابوداؤد نے بھی ان دونوں کی تخریج کی ہے۔ پس یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حق امام بخاریؒ، ابوداؤد اور جمہور کے ہاں ہے۔"[57]

نتائج بحث

اس شرح کے اسلوب و منہج سے واضح ہوتا ہے کہ اس کو مرتب کرنے کے لیے مفتی فرید کو بہت محنت کرنی پڑی اور انہوں نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ اس کو مرتب کرنے میں گزار دیا۔ مفتی فرید کے اسلوب سے واضح ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے آنے والے لوگوں کے لئے آسانی کا ذریعہ بنایا ہے اس سے ہر بندہ آسانی سے استفادہ کر سکتا ہے۔ مفتی صاحب کی شرح سے بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا جن میں بے شمار یونیورسٹی اور مدارس کے طالب علم ہیں۔ اس کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اس میں علماء کے اختلاف کو مفتی صاحب نے بڑے آسان اور واضح طریقے سے کھل کر دلائل کے ساتھ بیان کیا۔ اس شرح سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر اختلاف اصلی نہیں ہوتا بعض اوقات لفظی اختلاف ہوتا ہے ایسے مسائل کو مختلف نزاع سے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ منہاج السنن کا مطالعہ کرنے سے ایک بات یہ سامنے آتی ہے کہ مفتی صاحب نے توضیح الابواب کے سلسلے میں بہت سی جگہوں پر ائمہ اربعہ کے مذاہب کے علاوہ دوسرے فقہاء اور تابعین کے مذاہب کا ذکر بھی کیا ہے جن سے دوسرے ائمہ اور تابعین کے مذاہب با آسانی معلوم کی جاسکتی ہیں۔ بعض اوقات متنِ حدیث میں استعمال شدہ حروف کی وجہ سے بادیٔ النظر میں حدیث پر اشکالات وارد ہوتے ہیں مفتی صاحب حروف کی وضاحت کے سلسلے میں ان اشکالات کا حل پیش کرتے ہیں۔ مفتی صاحب ناموں کی تصحیح میں تمام احتمالات کا ذکر فرماتے ہیں۔ نسخوں میں ان الفاظ کی جگہ کوئی دوسرا لفظ ہو یا ان کے ساتھ کوئی اور زیادا الفاظ اور کلمات ہو تو اس کی مدد سے بھی اس مشکل کلمات اور الفاظ کی وضاحت فرماتے ہیں۔ مفتی فرید ایک فقیہہ بھی ہے۔ اس لیے مفتی صاحب نے اپنی شرح "منہاج السنن شرح جامع السنن" میں فقہی مسائل کے حل پر کافی توجہ دی ہے۔ منہاج السنن میں ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ کہ جب بھی کسی حدیث کی وضاحت فرماتے ہیں تو اس حدیث سے متعلق جو بھی اہم اور ضروری مسئلہ ہو "فائدہ" کے عنوان سے آخر میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔

References

[1]Mūlāna Muḥammad Raqīb Mujjdadī, Tajllīyāt Farīd(Ṣwābī, Pakistān: Alfarīd Academī, dār.Al 'Ulūm Ṣīddīqīa Zarūbī, 2011), I: 29-30.

[2]Mujjdadī, Tajllīyāt Farīd, 29-30.

[3]Muftī Muḥammad Farīd, *Minhāj-Al-Sunnan Sharaḥ Jamy' Tirmadhī* (Akurḥa khattak, Pakistān: Maktabaḥ Rashīdīa 2006), I:98.

[4]Muftī Farīd· *Minhāj-Al-Sunnan* I: 98.

[5]Muftī Farīd· *Minhāj-Al-Sunnan* I: 236-237.

[6]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:129
[7]Muḥammad ibn ʿīsā Al-Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī,* (Riyāḍ: Dār-al-Salām, n.d)، 2:133.
[8]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:167.
[9]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:105.
[10]Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*, 92.
[11] Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*، 1:167.
[12]Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*,90.
[13]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:271.
[14]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:217.
[15]Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*، 28:34.
[16]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:126.
[17] Aḥmad ibn Sho'aib, Al-Nisa'ī, Abūu Abdul Raḥmān, Al-Sunan Al-Kubra (Beīrūt: Mu'assisah Al-Risālaḥ, 2001),58:102.
[18]Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*، 53:70.
[19]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:176.
[20]Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*، 3:3.
[21]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:46-47.
[22]Al-'Alā, 87:15.
[23]Al-Mudathir, 74:3.
[24]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:50.
[25]Abū Bakar ibn Abī Shaībaḥ, Al-Muṣanaf (Rīyādh: Maktab al-Rashīd, 1409 AH),3:2463.
[26]Ibn Abī Shaībaḥ, Al-Muṣanaf, 3:2461.
[27]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:47.
[28]Al-'Alā, 87:15.
[29]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:48.
[30]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:48.
[31]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:187.
[32] Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:147.
[33]Muslim ibn Ḥajāj, Nishāpūrī, Ṣaḥiḥ Muslim (Beīrūt: Dār-al-Fikar, n.d), 3:1984.
[34] Yaḥyā ibn Sharaf, *Sharaḥ Ṣahīḥ Muslim* (Lāhore: Maktabaḥ al-Sunnaḥ,2007 AH), 2:123.
[35]Muḥammad bin Isma'īl Al Bukhārī, *Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī* (Beīrūt: Dār al Touk Al Nijāt, 1422 AH), 147:2853.
[36] Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:190.
[37]Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*, 53:80.
[38]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:133.
[39]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:233.
[40] Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:233.
[41]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:235.
[42]Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*، 155:209.
[43]Muftī Farīd، *Minhāj-Al-Sunnan* 1:88.
[44] Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*، 183:247.
[45]Al Bukhārī, *Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī*,13:723.
[46] Muslim ibn Ḥajāj,Ṣaḥiḥ Muslim, 11:900.

[47]Imām Dār Quṭnī,*Al- Sunan* (Beīrūt: Dār al-Risālah al-ʿĀlamiyyah,2009), 2:5
[48]Al-Muzammil, 73:20.
[49]Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī* 57:77.
[50]Muftī Farīd *Minhāj-Al-Sunnan* I:192.
[51] Mullaḥ 'Alī Qārī Badruddīn 'Aīnī, *'Umdat al- Qārī* (Labnān: dār al-kutub Al-'Ilmīa, 1988),3:163.
[52]Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī* I:I.
[53] Ibn-e-Ḥajar ʿAsqalanī, *Taqrīb al-Taḥzīb* (Lāhore: Maktabaḥ Rahmānīa, 2018), I:I.
[54]Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī* I:I.
[55]Muftī Farīd *Minhāj-Al-Sunnan* I:29 .
[56]Imām Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī* 53:70.
[57]Muftī Farīd *Minhāj-Al-Sunnan* I:180.